Fikr-o-Nasar (Islamabad) 2:11 (1965)

انتخاب

(۱)

ہمارے بعض قدامت پسند علماء و فقہاء

الدکتور مصطفیٰ السباعی شام کے ایک ممتاز عالم اور مشہور اہل قلم تھے ۔ موصوف کا حال ھی میں انتقال ہوا ہے ۔ مرحوم جامعہ دمشق میں فقہ اسلامی کے شعبہ کے "رئیس" تھے ۔ آپ کا طبقہ علماء کے راسخ العقیدہ اور قدامت پسند گروہ میں شمار ہوتا ہے ۔ اور آپ کے مضامین کے اردو تراجم بالخصوص ہمارے ہاں کے اُن رسائل میں چھپتے ہیں جو روایت پرستی میں انتہا پسند واقع ہوئے ہیں ۔

مرحوم کی ایک کتاب "اشتراکیۃ الاسلام" بہت مشہور ہے ۔ اس کے آخری باب کا عنوان ہے "مع المعترضین"۔ یہاں اس باب کا خلاصہ اردو میں پیش کیا جا رہا ہے ۔

محمد سرور

اس وقت ہمیں جن مشکلات سے دو چار ہونا پڑ رہا ہے ۔ اُن سے نمٹنے کے سلسلے میں ہمارے ہاں تین گروہ ہو گئے ہیں ۔

پہلا گروہ :- وہ ہے جو اس پر یقین رکھتا ہے کہ اُمت اسلامیہ کے پاس جو بھی ذہنی ورثہ اور دینی عقائد ہیں اُن میں موجودہ

مشکلات کو حل کرنے کی کوئی صلاحیت نہیں - چنانچہ یہ گروہ مغربی تہذیب کی طرف متوجہ ہے - اور اسی میں حل ڈھونڈتا ہے - یہ گروہ اس معاملے میں اس حد تک آگے بڑھ گیا ہے کہ اس کے پاس نہ اپنا فکر ہے اور نہ اپنی مستقل شخصیت اور مغربی تہذیب کی ہر بات کو وہ پسند کرتا ہے - اور جو اس کے معیار پر پوری نہیں اترتی اس پر ہلہ بول دیتا ہے -

دوسرا گروہ :- یہ گروہ اس امر پر ایمان رکھتا ہے کہ ان مشکلات کا اسلام میں حل موجود ہے لیکن اس کا یہ ایمان ' ایمان بالغیب ہے - چنانچہ ایمان رکھنے کے باوجود یہ گروہ نہیں جانتا کہ ان مشکلات کو اسلام کیسے حل کر سکتا ہے نیز اس گروہ کا خیال ہے کہ جس طرح خلفائے راشدین کے دور میں اسلام کی عملی تطبیق کی گئی تھی - بعینہ انہی اشکال میں آج بھی اس کی عملی تطبیق ممکن ہے -

یہ گروہ زیادہ تر فقہاء و علمائے شریعت کا ہے - اور یہ آج کے اسلامی معاشرہ و اجتماع کی مشکلات کو سمجھنے سے بہت زیادہ دور ہیں - اس معاملے میں ان کا موقف ہمیشہ منفی ہوتا ہے - اور وہ لے دے کے لوگوں کو صرف یہی بات کہتے ہیں کہ اسلام کی طرف لوٹو ' اور اسی سے ہم اپنی تمام مشکلات سے نجات پائیں گے - لیکن کیسے ؟ اور کس حد تک ؟ اور یہ کہ وہ مشکلات جن سے نہ تو سلف ' خلفائے راشدین اور نہ ان کے بعد کے دور میں واقف تھے ' ان کے بارے میں اسلام کی کیا رائے ہے ؟ ان کے پاس کوئی جواب نہیں -

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ فقہاء و علما ان مشکلات کو اسلامی اصولوں اور ان کے عمومی مقاصد کی روشنی میں حل کرنے کی ہر کوشش کی مخالفت کرتے ہیں - بلکہ جس طرح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نصوص دینی کی عملی تطبیق کی اور جیسے دور اجتہاد میں علمائے سلف نے ان نصوص دینی کو صحیح ' سچے اور روشن طریقے پر سمجھا - اور یقیناً یہ اسلام کی روح اور اس کے عمومی نصب العینوں کے عین مطابق تھا - اگر اسی کی روشنی میں موجودہ مشکلات کو حل کرنے کی کوشش ہوتی ہے - تو

یہ حضرات اس کی بھی مخالفت کرتے ہیں - فقہاء و علماء کا یہ گروہ ان کوششوں کے ضمن میں جو بھی حل پیش کئے جاتے ہیں ، اُن کی مخالفت میں یہ لوگ فقہاء اور بعض دوسروں کے اقوال سے دلیل لاتے ہیں ، جو اس دور کے تھے ، جب عقل اسلامی جامد ہو گئی - معاشرہ اسلامی کو بدعات کا زنگ لگ گیا - تشریع کے مقاصد بھلا دیئے گئے بلکہ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین کی تاریخ اور دینی نصوص کی جس طرح صحیح عملی تطبیق ہوئی ، اسے بھی بھلا دیا گیا -

ان فقہاء و علماء کے نزدیک شریعت بس یہی فقہی آراء ہیں ، جو بعد کے ادوار میں مرتب ہوئیں ، جن میں اکثر کا ہماری موجودہ مشکلات سے کوئی میل نہیں اور نہ وہ وسیع المشرب شریعت کی روح سے ، جو عدل ، حق اور لوگوں کے لئے دنیوی اور اخروی سعادت کے ساتھ آئی ہے ، ہم آہنگ ہیں -

یہی وہ حضرات ہیں ، جو معاشرے میں ایک طویل مدت سے اسلام کے نام سے باتیں کر رہے ہیں ، اور انہوں نے اسلام کو عملاً ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے ، جو مسلمانوں کی مشکلات حل کرنے سے عاجز ہے ، جو تنگی ، تکلیف اور مصیبت ہی میں برقرار رہ سکتا ہے اور اجتماعی ظلم اور انتہائی پستی ہی کے ساتھ چل سکتا ہے ، جس میں کہ مسلمان کئی صدیوں سے زندگی گزار رہے ہیں -

ان میں اور مقدم الذکر پہلے گروہ میں معرکہ کار زار گرم ہے - اس گروہ کے خلاف اُن کے ہتھیار کفر و الحاد کے الزام ہیں - اور اس گروہ کے پاس ان کے خلاف رجعت پرستی اور جمود کے ہتھیار ہیں - اب مجموعی طور پر جہاں تک مسلمان جمہور کا تعلق ہے ، وہ اپنے ایمان واذعان اور اپنے دین سے اپنے قانع ہونے کی وجہ سے ان فقہاء کی بات سننے پر اکثر آمادہ رہتے ہیں - چنانچہ وہ ان فقہا کی تائید کرتے ہیں اور اُن کے پیچھے چلتے ہیں - اگر ان فقہاء کی اس کے علاوہ کوئی دوسری عقلیت ہوتی اور وہ منفیت کا شکار نہ ہوتے ، تو بہت ممکن تھا کہ وہ ایک ہمہ گیر اجتماعی اصلاح کو بروئے کار لانے کے لئے ایک

بڑی قوت بن سکتے - لیکن وہ اس بارے میں کچھ بھی نہ کرسکے - اور عالم اسلامی پر مغربی تہذیب کا دباؤ برابر بڑھتا گیا - اس کے ساتھ ساتھ خاص طور پر پہلی جنگ عظیم کے بعد سے اس تہذیب سے مسلمانوں کا اتصال زیادہ ہوتا گیا۔ ہمارے مدارس اور ہماری اعلیٰ درس گاہوں میں وہ علم و معرفت جو مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی، پھیلتی چلی گئی اور اس کی وجہ سے مسلمان جمہور کا ان فقہاء سے جو ان کی مشکلات کا حل پیش کرنے سے عاجز رہے تھے، اعتماد زائل ہونا شروع ہوگیا - جہاں تک مغربی تہذیب کے علمبرداروں کا، جس پر کہ اسلام سے دشمنی کی بالخصوص اور تمام مذاہب کی دشمنی کی بالعموم مہر لگ چکی تھی، تعلق ہے، ان پر و مسلمان جمہور کا پہلے ہی سے اعتماد نہ تھا -

اوپر کے ان دو گروہوں کی باہم معرکہ آرائی کے نتیجہ میں ایک تیسرا گروہ ابھرتا ہے، جس کا موقف ان دونوں کے بیچ میں ہے، اگرچہ یہ اپنے اصول و مبادی میں پہلے گروہ کی بہ نسبت فقہاء سے زیادہ قریب ہے - یہ گروہ موجودہ مشکلات حل کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے - اس گروہ کا کہنا ہے کہ اسلام ہماری تمام اجتماعی مشکلات کا حل کرسکتا ہے - چنانچہ اس لحاظ سے یہ گروہ اور اوپر کے فقہاء باہم متفق ہیں، لیکن ان سے یہ ان مشکلات کو سمجھنے ان کے تصور اور ان کے حل کے بارے میں اختلاف رکھتا ہے، بلکہ یہ اسلام کو سمجھنے اور اس کے عمومی مقاصد کی تعیین میں بھی ان سے اختلاف رکھتا ہے - اور جہاں تک مذکورالصدر پہلے گروہ کا تعلق ہے، جو مغربی تہذیب کا علم بردار ہے - اس کا امت اسلامیہ کے دینی عقائد اور اس کے ذہنی ورثے کے بارے میں جو موقف ہے، اور جس طرح وہ مغربی تہذیب کی ہر چیز کو صحیح سمجھتا ہے، تیسرے گروہ کا اس بنا پر اس سے اختلاف ہے -

اس تیسرے گروہ کی رائے میں مغربی تہذیب انسانوں کو سعادت سے ہم کنار کرنے کی قدرت نہیں رکھتی - اور نہ وہ ایسی اساس پر کھڑی ہے، جس سے کہ دنیا کو امن و آسودگی مل سکتی ہے - اس گروہ کے نزدیک یہ تہذیب اضطراب، حیرانگی اور شقاوت کا شکار ہے اور زوال کی طرف جارہی ہے - اور وہ اس قابل

نہیں کہ اس کے ذریعہ ہماری اجتماعی مشکلات کی حقیقی اصلاح ہوسکے۔ اس گروہ کی رائے میں یہ مغربی تہذیب ایک صحت مند فکری و اجتماعی مسلک کے لئے کوئی اچھا نمونہ بھی نہیں۔

غرض اس تیسرے گروہ نے بیچ کا موقف اختیار کیا ہے۔ اور مسلمان جمہور کو اسی سے اپنے شاندار مستقبل کے لئے ایک صحیح قیادت کی توقع ہے۔ اگر اس گروہ کی اپنی بعض مخصوص مشکلات نہ ہوتیں، اس سے منہاج و مسلک کی بعض غلطیوں کا ارتکاب نہ ہوتا ' اور اسے مشکل و سخت حالات و ظروف سے دو چار نہ ہونا پڑتا، تو یہ گروہ یقینی طور پر عالم اسلامی کی قیادت فکری میں پیش پیش ہوتا۔ اور آج کے اسلامی معاشرے کی تمام جہتوں کی جامع اصلاح تکمیل پذیر ہوجاتی۔''

[آگے چل کر دوسرے گروہ یعنی فقہاء کی طرف سے الدکتور السباعی کی کتاب پر جو اعتراض کئے گئے' ان کے سلسلے میں مرحوم لکھتے ہیں :]

''نصوص اسلام کو سمجھنے نیز معاشرے کی مشکلات کو سمجھنے کے بارے میں ہمارا اپنا ایک موقف ہے' اب جو شخص بھی قرآن، سنت اور خلفائے راشدین کے عمل میں نصوص شریعت کا مطالعہ کرے گا' اسے اس بات میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ نصوص شریعت کی بنیاد ان تین بڑے اصولوں پر قائم ہے۔

اول ۔ وہ امور و مصالح جن کی لوگوں کو ضرورت رہتی ہے، ان کو بروئے کار لانا۔ شریعت لازماً اجتماع کی مصلحت کا خیال رکھتی ہے، اور مصلحت وہ ہے' جسے عقلاء' علوم شرعی کے مطالعہ کرنے والے اور ماہرین اجتماعیات مصلحت تسلیم کریں۔

دوم ۔ جب لوگوں کی مصلحتیں ایک دوسرے سے متعارض ہوں، تو ان میں عدل و انصاف کا قیام' خواہ اس میں بعض لوگوں کو کتنی بھی تکلیف ہو۔

سوم ۔ انسانی اجتماع میں صحت مند ارتقاء کو بروئے کار لانا — اجتماعی زندگی کی مختلف جہتوں میں جو ارتقاء ہوتا ہے، اسلام اس میں سد راہ نہیں بنتا۔ اگر وہ ارتقاء ضروریات زندگی' علم اور فکر کے ارتقاء کا حتمی نتیجہ ہے۔

ہمارا یہ پختہ اعتقاد ہے کہ یہی تین اصول ہیں، جو تمام نصوصِ شریعت کی بنیاد ہیں -

انہی کی یہ نصوص شریعت تائید کرتی ہیں - اور انہی کی دعوت دیتی ہیں - پس ہروہ اجتہاد، اور رائے نص فقہی جو ان تین اصولوں میں سے کسی سے متصادم ہو -، خواہ اس کا کہنے والا کوئی بھی ہو وہ ہمارے نزدیک قابل ترک ہے - کیونکہ یہ شریعت کی روح اور زندگی میں اس کی اجتماعی دعوت کے منافی ہے -

باقی رہا معاشرہ و اجتماع کی مشکلات کے معاملے میں ہمارا موقف - تو ہمارے نزدیک ان مشکلات کا گہرا مطالعہ کرنا اور اجتماع کے ہر گروہ سے پوری طرح واقف ہونا امر واجب ہے تاکہ مشکلات کا اندازہ ہو، اُن کے اسباب کا پتہ چلے اور اس طرح دعوت اسلام کے مطابق ان کا جو عملی حل ہو سکتا ہے، اس کا طریقہ کار معلوم کیا جائے - نصوص کو اس طرح سمجھنے اور اجتماع کی مشکلات کے اس طرح تعین کرنے میں ہمارا اپنے بعض فاضل فقہاء سے جو ہمارے معترض ہیں، اختلاف ہے -

یہ حضرات شریعت کو جزواً جزواً، الگ الگ کر کے بغیر اس کے عمومی نصب العین اور زندگی کے لئے اس کی ہمہ گیر و جامع دعوت کو سامنے رکھے سمجھتے ہیں - پھر وہ یہ کرتے ہیں کہ شریعت کے بعض احکام تو یاد رکھتے ہیں، لیکن بعض بھلا دیتے ہیں - حالانکہ یہ سب ایک وحدت ہیں، اور انہیں الگ الگ نہیں کیا جا سکتا - مزید برآں یہ حضرات فقہائے متاخرین کے اقوال کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور انہیں گویا یہ نازل شدہ شریعت سمجھتے ہیں کہ نہ تو ان سے اعراض ہوسکتا ہے اور نہ ان کی مخالفت اور نہ ان اقوال والوں کی خواہ یہ اقوال شریعت کی روح اور اس کے عمومی مقاصد سے کتنے بھی مخالف ہوں، تردید کی جا سکتی ہے اس علاوہ یہ حضرات اُس ارتقا سے، جو فقہائے متاخرین کے زمانے کے گذرنے کے بعد اس زمانے میں اسلامی اجتماع معاشرہ میں واقع ہوچکا ہے، بالکل بے خبر ہیں - اب اللہ کے دین میں تفقہ کا تو ان سے یہ حتمی تقاضا تھا کہ مسلمانوں

کے اوضاع و اطوار میں جو تبدیلیاں آ چکی ھیں ' وہ شریعت کے اصولوں اور اس کے نصوص کی روشنی میں ' نہ کہ ان فقہی اجتہادی نصوص کی روشنی میں جو ایک خاص ماحول ' ایک خاص زمانے اور ایک خاص فکری فضا میں نشو و نما پائے اُن سے عہدہ برآ ھوں ۔

اور آخر میں یہ کہ یہ حضرات جس اجتماع و معاشرہ میں زندگی گزار رھے ھیں ، اس سے صرف سرسری طور پر ھی ربط و اختلاط رکھتے ھیں ' اس لئے وہ بعض مظاھر سے دھوکا کھا جاتے ھیں ' اور انہیں اچھا سمجھنے لگتے ھیں ' حالانکہ اُن کے پیچھے بہت خرابیاں اور ظلم ھوتا ھے ۔

پھر یہ کہ جب کبھی وہ اپنے گھروں سے نکلتے ھیں ' تو اکثر اوقات اپنی مسجدوں اور مدرسوں ھی میں جاتے ھیں ۔ اور جب وہ راستوں میں سے گزرتے ھیں ' تو اپنی نگاھیں نیچی رکھتے ھیں ۔ تاکہ منکرات نہ دیکھیں ۔ وہ یہ سوچتے ھی نہیں کہ تاجروں سے ان کے بازاروں میں ' مزدوروں سے ان کے گھروں میں اور عام لوگوں سے ان کی مجلسوں میں خلط ملط ھوں تاکہ وہ دیکھیں کہ کیا کرتے ھیں ۔ اُن کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رھا ھے اور کن زھروں اور خطروں کا وہ نشانہ بن رھے ھیں ھمارے ان حضرات میں سے بعض یہی کافی سمجھتے ھیں کہ ان کی مجلس میں بس کسی آنے والے نے تاجروں کی بد معاملگی ' عورتوں کے لباس اور نوجوانوں کے اخلاق کی شکایت کردی اور اس پر لگے وہ ان باتوں کی مذمت کرنے اور چیخنے ۔ بغیر اصل مشکل ' اس کے اسباب اور اس کے عوامل کی جانچ پڑتال کے اور بغیر یہ جانے کہ اس مشکل کا کیا عملی حل ھے جو لوگوں کے بس میں ھے اور شریعت بھی اس سے راضی ھو ۔

غرض ان فقہاؑ کی اپنے دین ' اپنی شریعت اور جس اجتماع و معاشرہ میں وہ زندگی گزار رھے ھیں ' اُس کے بارے میں اپنے فرائض دعوت سے بے خبری اور غفلت کا یہ حال ھے ۔

(ترجمہ از اشتراکیۃ الاسلام)